پروفیسر مولانا علم الدین سالک
مرتب: پروفیسر احسان الٰہی سالک

فتح مکّہ: عہدِ رسالتؐ کا ایک بے مثال واقعہ

شعبان ۸ھ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس سے تاریخِ اسلامی نے ایک نیا دور شروع کیا اور واقعات نے ایک نئی صورت اختیار کی۔ معاہدہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے درمیان دس برس کے لیے صلح ہوگئی تھی مگر اہلِ مکہ نے دوسرے ہی سال اس کو توڑ دیا تھا۔ اس صلح نامے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان قریش کے حلیفوں اور قریش مسلمانوں کے حلیفوں سے برسرِ پیکار نہ ہوں گے۔ یہ شرط بے حد اہم تھی۔ اس کی بنا پر بعض قبائل جو اس وقت تک محض قریش کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں کے مخالف تھے، اب کھلم کھلا مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ ان قبائل میں ایک قبیلہ بنی خزاعہ تھا۔ یہ لوگ اسلام کے سائے میں آگئے تھے۔

بنی بکر، بنی خزاعہ کے حریف اور دشمن تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر ان میں جنگ و جدل کا سلسلہ جاری تھا اور اکثر تصادم ہوتے رہتے تھے مگر اسلام کی وجہ سے یہ سلسلہ یک قلم رُک گیا۔ گزشتہ تمام دشمنیاں اور عداوتیں معطل ہوگئیں، کیوں کہ قریش نے دیگر قبائل کی مدد سے اپنی تمام قوت اسلام کے خلاف صرف کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ بہ ایں صورت ممکن تھا کہ تمام قبائل متفق و متحد ہوکر قریش کے ہم نوا ہو جائیں اور سب جمع ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جائیں۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ نے بھی اپنی قدیم عداوت کو بالائے طاق رکھ کر قریش کا ساتھ دیا۔ مگر جب معاہدۂ حدیبیہ مکمل ہوا اور امن و آشتی کی فضا پیدا ہوئی تو عداوت کی دبی ہوئی آگ ایک مرتبہ پھر بھڑک اٹھی۔

بنی خزاعہ کا رجحان اسلام کی جانب تھا اس لیے وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ بنو بکر کفارِ مکہ کے ساتھی بن گئے تھے۔ معاہدے کی رو سے ان میں صلح و صفائی کا ہونا لازمی تھا اور وہ ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے۔ ایسا کرنا معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی تھی۔ بنو بکر طاقت ور اور صاحبِ ثروت تھے۔ ان کی نیت میں فساد پیدا ہوا اور انھوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ اور قریش کے بھروسے پر چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کا احترام نہ کرتے ہوئے علانیہ اپنے حلیفوں (بنو بکر) کا ساتھ دیا اور نہ صرف اسلحہ

وغیرہ سے ان کی مدد کی بلکہ ایک رات کی تاریکی میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا۔ رؤسائے قریش میں سے صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ بھی بھیس بدل کر ان کے شریک تھے۔ بنو خزاعہ بے خبر پڑے ہوئے تھے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے، وہ مقابلہ کیا کرتے۔ انھوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے حرم میں پناہ لی، مگر بنو بکر کے لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور حرم میں گھس کر بنو خزاعہ کو قتل کیا۔ بدیل بن ورقا کے گھر کو لوٹ لیا، اس طرح بنو خزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے۔ اس حادثے کے بعد بدیل بن ورقا اور عمرو بن سالم اور چند اور با اثر لوگ وفد کی صورت میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نقضِ عہد کی شکایت کی۔

جس رات یہ خونچکاں غارت گری مکہ مکرمہ میں ہو رہی تھی، بنو خزاعہ کے چند آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر فریاد کی کہ اے خاتم النبیین ہماری مدد کیجیے اور ہماری فریاد سنیے۔ بنو بکر ہم پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں! اس وقت آں حضرت، ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حجرے میں وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے بنو خزاعہ کی فریاد سنی اور فوراً "لبیک لبیک" فرمایا۔ حضرت میمونہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ نے کس کے جواب میں لبیک فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بنو خزاعہ کی فریاد میرے کانوں میں پہنچی ہے۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ عجیب تر یہ ہے کہ بنو خزاعہ نے بھی آنحضرتؐ کی آواز کو اسی وقت مکہ مکرمہ میں سنا۔ صبح کو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو فرمایا کہ رات کو مکے میں بنو بکر اور قریش نے مل کر بنو خزاعہ کو قتل کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ کیا آپؐ کا گمان ہے کہ قریش بدعہدی کریں گے"۔ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے ضرور بدعہدی کی ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلہ صادر کرے گا۔

اس ظالمانہ کارروائی کے کئی روز بعد بدیل بن ورقا اور عمرو بن سالم خزاعی چالیس شتر سواروں کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ قریش کے مظالم اور ان کی بدعہدی کی شکایت کی۔ عمرو بن سالم نے ایک نہایت پُر درد نظم میں اپنی مظلومی کی داستان سنائی۔

آپؐ نے واقعات سنے تو سخت رنج ہوا۔ آپؐ نے قریش کے پاس قاصد روانہ کیا اور قریش کے سامنے تین مطالبات رکھے کہ ان میں سے کسی ایک پر عمل کیا جائے۔ (۱) مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ (۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔ (۳) اعلان کیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ فسخ ہو چکا ہے۔ قریش کو ابھی تک اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا۔ انھوں نے ان شرائط پر غور کرنے کی بجائے قرطہ بن عمر کی زبان

سے اعلان کرایا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے، ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔ چنانچہ قاصد یہ جواب لے کر رخصت ہوا۔ اب قریش نے ٹھنڈے دل سے معاملے کے نشیب و فراز پر غور کیا تو انھیں اپنی جلد بازی پر ندامت ہوئی، اس لیے انھوں نے اس کے ازالے کے لیے فوری قدم اُٹھایا کہ اپنے رئیس اعظم ابوسفیان کو آمادہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ جائے اور معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ وہ مدینہ منورہ آیا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے الگ الگ بات چیت کرنی چاہی۔ مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چاروں طرف سے مایوس ہو کر خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حاضر ہوا۔ حضرت حسنؓ پانچ برس کے تھے۔ ابوسفیان نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اگر یہ بچہ اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا ہے تو آج سے سردارِ عرب پکارا جائے گا۔ جناب سیدہؓ نے فرمایا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل۔ آخر کار ابوسفیان نے حضرت علی کے ایما پر مسجدِ نبوی میں جا کر اپنی طرف سے اعلان کیا کہ میں نے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر دی اور فوراً مدینہ سے رخصت ہو گیا۔ مکّہ والوں نے جب تمام کاروائی سنی تو کہا، تمھارے ساتھ مذاق ہوا ہے۔ کیا معاہدے اسی طرح ہوا کرتے ہیں۔ اس سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ باہمی صلح ہو گئی کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاہدہ کالعدم ہو گیا کہ ہم جنگی تیاریوں میں مشغول ہو جائیں۔

ابوسفیان کے رخصت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ حلیف قبائل کے پاس قاصد روانہ کیے کہ وہ بھی تیار ہو کر شریک ہوں۔ اس کاروائی میں یہ احتیاط رکھی گئی کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ آنحضرت کا ارادہ کیا ہے اور کہاں کا قصد ہے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ قریش کو علم نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو زبردست جنگ ہو گی اور خوں ریزی کے امکانات بڑھ جائیں گے اور آپؐ اُسے روکنا چاہتے تھے۔

ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو مسلمانوں کی تیاریوں اور حملہ آور ہونے کی اطلاع دینے کے لیے ایک خط لکھا اور ایک عورت کے ذریعے روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو روانہ کیا کہ فلاں عورت قریش مکہ کے نام خط لیے جا رہی ہے، اسے گرفتار کر لاؤ۔ انھوں نے روضہ خاخ کے مقام پر اُسے گرفتار کر لیا۔ اس کی تلاشی لی، مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرتؐ نے غلط خبر دی ہو۔ خط ضرور اس کے پاس ہے۔

چنانچہ عورت کو ڈرایا دھمکایا تو اس نے اپنے سر کے بالوں سے خط نکال کر دیا۔ یہ وہی خط تھا جو حاطبؓ نے اسے دیا تھا۔ عورت اور خط دونوں بارگاہِ نبوی میں پیش کیے گئے۔ حاطبؓ کو طلب کیا گیا۔ انھوں نے عرض کیا، چونکہ میرے خویش و اقارب مکہ میں ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ اہلِ مکہ پر احسان کر دوں اور ان کو حملے کی اطلاع دے دوں تاکہ وہ ممنون ہو کر میرے اقربا کو اذیت نہ پہنچائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت برافروختہ ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ! حکم دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں"۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! حاطب اہلِ بدر میں سے ہے، وہ منافق نہیں۔ یہ جو کچھ کہتا ہے درست ہے۔ الب[illegible] اس کی غلطی ہے جو معاف ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی یہ خطا فرما دی۔

۱۰ رمضان ۸ھ کو آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ دس ہزار قدوسیوں کی جماعت آپؐ کے ہم رکاب تھی۔ راستے میں حلیف قبائل آپؐ کے ہم رکاب ہوتے جاتے تھے۔ آپؐ تیزی سے مکہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ مقام جحفہ پر حضرت عباسؓ مع اہل و عیال کے آپؐ سے آ کر ملے۔ وہ مکے سے مدینے کی جانب ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ آپؐ نے انھیں بھی ساتھ لے لیا۔ اسلامی لشکر آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ وادیِ مرالظہران میں جا پہنچا۔ شام ہو چکی تھی۔ آپؐ نے حکم دیا کہ یہاں ڈیرے ڈال دیے جائیں اور فوج کا ہر دستہ الگ الگ آگ روشن کرے۔ مرالظہران مکہ معظمہ سے ایک منزل یا اس سے بھی کم فاصلے پر تھا۔ صحرا وادیِ ایمن بن گیا۔ اہلِ مکہ کو چرواہوں کے ذریعے یہ اطلاع ملی کہ مکے کے پاس ایک عظیم الشان لشکر اترا ہوا ہے۔ اب قریش کو فکر لاحق ہوئی۔ انھوں نے اس خبر کی تحقیق کے لیے حکیم بن حزام (حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے) ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو روانہ کیا۔

آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ قریش شب خون نہ ماریں، فوج کے ایک دستے کو حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں پہرے پر مقرر کیا۔ وہ پہرے پر مامور لشکر کی حفاظت میں مشغول تھے۔ ادھر حضرت عباسؓ اپنی قوم کے لیے بے قرار تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اب قریش کا کیا انجام ہوگا۔ اگر صبح لشکرِ اسلام مکے پر حملہ آور ہوا تو قریش کا نام و نشان تک مٹ جائے گا، اس لیے ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ وہ رات کے وقت آنحضرتؐ کے خچر دلدل پر سوار ہوئے۔ لشکر گاہ سے نکلے اور مکے کی جانب روانہ ہوئے۔ ادھر ابوسفیان اپنے ساتھیوں سمیت لشکر گاہ کی جانب آ رہا تھا۔ اس نے آگ روشن دیکھی اور دل ہی دل میں حیران ہو کر کہنے لگا، اتنا بڑا لشکر کہاں سے آیا ہے۔ بدیل نے کہا شاید یہ خزاعہ کا لشکر ہے۔ ابوسفیان نے حقارت سے کہا کہ خزاعہ

کی کیا مجال ہے کہ اتنا بڑا لشکر لا سکیں۔ وہ ایک ذلیل قوم ہے۔"

حضرت عباسؓ بھی یہیں قریب تھے۔ انھوں نے رات کی تاریکی میں ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ وہ اس خیال سے نکلے تھے کہ قریش کا اگر کوئی بااثر سردار مل جائے تو اسے خطرات سے آگاہ کر کے ترغیب دلائیں کہ وہ کل کی فکر کریں۔ انھوں نے فوراً ابوسفیان کو آواز دی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے اور صبح مکے پر حملہ آور ہو گا۔ یہ سن کر ابوسفیان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ابوسفیان قریب آیا اور کہا کہ اب کیا کیا جائے، اس سے بچنے کی کیا تدبیر ہو۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ تم میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ۔ میں تمھیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلتا ہوں، وہی تمھیں امان دے سکتے ہیں۔ ابوسفیان بلا تامل خچر پہ سوار ہو گیا اور اس کے دونوں ہمراہی مکے کی جانب واپس چلے گئے۔

ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ اسلامی لشکرگاہ میں داخل ہوا۔ حضرت عمرؓ انھیں راستے میں ملے۔ انھوں نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور اسے قتل کرنا چاہا۔ مگر حضرت عباسؓ نے خچر کو تیز کر دیا اور آگے نکل گئے۔ حضرت عمرؓ پیدل تھے، وہ پیچھے پیچھے تلوار لیے ہوئے آئے، لیکن حضرت عباسؓ ان سے پیشتر دربارِ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔ ان کے فوراً ہی بعد حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کافر ہمارے قبضے میں از خود آ گیا ہے۔ حکم دیجیے کہ اس کی گردن مار دوں۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ میں ابوسفیان کو امان دے چکا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر اپنی درخواست دہرائی۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ عمرؓ اگر یہ شخص تمھارے قبیلے کا ہوتا تو تم اس قدر بے صبری سے اصرار نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ یہ نہ فرمائیں۔ اے حضرت عباس، تمھارے مسلمان ہونے کی مجھے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بھی اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت تمھارے مسلمان ہونے کے خواہاں تھے۔

ان دونوں بزرگوں میں اس قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔

اللہ اکبر! کیا مقام ہے، ایک جانب ابوسفیان ہے، اس کی تمام بدعہدیاں ہیں۔ اسلام سے عداوت اور آنحضرت سے دشمنی، اس کے وہ کارنامے ہیں جو گزشتہ آٹھ برس میں اسلام کو مٹانے، قبائل کو اکسانے، مدینہ منورہ پہ بار بار حملہ آور ہونے کے سلسلے میں ظہور پذیر ہوئے۔ ان میں ہر ایک کی کم از کم سزا قتل تھی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ رحمت تھے۔ مادی اور روحانی دنیا کا ایک ایک ذرہ ان سے متمتع ہو رہا تھا۔ پھر ابوسفیان اس سے بہرہ اندوز کیوں نہ ہوتا۔ اس لیے آپ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو رات کی مہلت دی جاتی

ہے - چنانچہ ابوسفیان کو ساتھ لے کر حضرت عباس اپنے خیمے میں آ گئے -

بخاری شریف میں ہے کہ ابوسفیان نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا - طبری نے اس سلسلے میں ذیل کا مکالمہ درج کیا ہے:

رسول اللہ : "کیوں ابوسفیان - کیا اب بھی تم کو یقین نہیں آیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں -"

ابوسفیان : "کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا -"

رسول اللہ : "کیا اس میں کچھ شک ہے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں -"

ابوسفیان : "اس میں ذرا شبہ نہیں ہے -"

بہر حال صبح کے وقت اس نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کیا -

لشکر کی روانگی سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اُسے امان ملے گی - جو ابوسفیان کی ڈیوڑھی میں پناہ لے گا اسے امان ہو گی - جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا، جو بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا، اس سے تعرض نہ ہو گا - بوڑھے، بچے، عورتیں، مریض محفوظ ہوں گے - ابوسفیان اس امتیاز سے بہت خوش ہوا -

اب لشکرِ اسلام مکے کی جانب بڑھا - آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کرو تاکہ وہ اسلامی لشکر کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے - اس کے بعد لشکرِ اسلام اپنے مقام سے روانہ ہوا - اس وقت الگ الگ قبیلوں کے الگ الگ نشان تھے - ابوسفیان ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا - سب سے اوّل بنو غفار کا پرچم نظر آیا - پھر جہنیہ، ہذیم، سلیم آہن میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے آئے اور گزر گئے - ابوسفیان اس نظارے سے بے حد متاثر ہوا - وہ اسلامی فوج کی اس کثرت اور سروسامان سے مرعوب ہو رہا تھا - آخر میں انصار کی آمد شروع ہوئی - وہ اس سروسامان سے آئے کہ ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں - ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں - حضرت عباسؓ نے کہا، انصار! اسی اثنا میں فوج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ ہاتھ میں علم لیے ہوئے برابر سے گزرے، وہ ابوسفیان کو دیکھ کر پکار اُٹھے کہ "الیوم یوم الملحمہ - الیوم تستحل الکعبہ -" آج گھمسان کا دن ہے - آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا - سب سے آخر میں جلال نبویؐ نمودار ہوا - حضرت زبیر ابن عوام علم اُٹھائے ہوئے تھے، حضور ناقہ پر سوار تھے - آپؐ کے ردیف حضرت اسامہؓ بن زیدؓ تھے - پیشانی مبارک جھکی ہوئے

سے لگی ہوئی تھی۔ زبان پر تسبیح و تہلیل تھی۔ عاجزی و انکسار ہر حالت سے ہویدا تھی۔ جب آپؐ وہاں سے گزرے تو ابو سفیان نے عرض کیا کہ حضورؐ نے سنا سعدؓ نے کیا کہا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس نے غلط کہا ہے۔ آج کعبے کی عظمت کا دن ہے۔ اس ارشاد کے بعد علَم سعد سے لے کر اس کے بیٹے کے حوالے کر دیا گیا۔ جب جلالِ نبویؐ مکے پہنچا تو حکم ہوا کہ علمِ نبویؐ مقام حجون پر نصب کیا جائے۔ حضرت خالدؓ کو حکم ہوا کہ وہ شہر کے بالائی حصے کی طرف سے آئیں۔

آپؐ کسی قسم کی خوں ریزی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے دوبارہ اعلان ہوا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابو سفیان کے ہاں پناہ لے گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا، اسے پناہ ہوگی۔ اسی قسم کا اعلان ابو سفیان بھی کر چکے تھے۔ اس احتیاط کے باوجود قریش میں ایک گروہ جدال و قتال کے لیے آمادہ تھا۔ اس نے مقابلہ کیا۔ خالدؓ کی فوج پر تیر برسائے۔ چنانچہ کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ہر چند صبر کیا، مگر مجبور ہو کر حملہ کرنا پڑا۔ وہ لوگ ۱۲ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آنحضرتؐ نے تلواروں کی چمک دیکھی تو فرمایا خالد سے دریافت کرو کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ غلطی مخالفین کی تھی اور ان ہی نے ابتدا کی تھی تو ارشاد فرمایا کہ قضائے الٰہی یہی تھی۔

اب اسلامی فوج نے مکے پر قبضہ کر لیا تھا۔ شہر میں امن و امان تھا، خوں ریزی، قتل و غارت بالکل نہ تھا۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر مطمئن بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا اپنے قدیم مکان میں ٹھہریں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا ہے کہ میں اس میں اتروں، اس لیے مقام خیف[۱] میں ٹھہروں گا۔

کعبہ خدائے واحد کی اوّلین عبادت گاہ، توحید کے سب سے پہلے مرکز اور خلیلؑ بت شکن کی یادگار میں اس وقت ۳۶۰ بت تھے۔ آنحضرتؐ نے اسے بت پرستی کی آلائش اور شرک کی لعنت سے پاک صاف کرنے کے لیے ایک لکڑی ہاتھ میں لی۔ اس سے چھوتے جاتے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے: جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ حق آگیا، باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے والی شے ہے۔

کعبے میں اور بھی بہت سے بت تھے، جن کے روبرو قریش جبینِ نیاز جھکاتے تھے۔ اپنا

---

[۱] خیف وہ مقام ہے جہاں قریش نے آنحضرتؐ اور خاندان بنو ہاشم کو محصور کیا تھا۔ یہ شعب ابی طالب میں تھا۔

معبود بنا کر پوجتے تھے۔ آنحضرتؐ نے کعبے میں داخل ہونے سے پیشتر انھیں اٹھا دینے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے تعمیلِ ارشاد میں نہ صرف ان بتوں کو ختم کر دیا بلکہ دیواروں پر جس قدر تصاویر تھیں انھیں بھی مٹا دیا۔

آپ نے سات بار سواری پر ہی طواف کیا۔ پھر عثمان بن طلحہ کلید بردارِ کعبہ سے کنجی لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا، نمازِ چاشت ادا کی، اس وقت حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ پھر خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اہلِ مکہ وہاں پر موجود تھے۔ ندامت اور شرم کے مارے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ مجرمانہ انداز میں کھڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مکے کی سرزمین میں خوں ریزی کریں۔ کسی سرسبز درخت کو کاٹیں۔ میں نے ایامِ جاہلیت کے تمام رسم و رواج کو قدموں تلے مسل دیا ہے۔ البتہ کعبے کی مجاورت اور حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کا انتظام بحال رہے گا۔ دورِ جاہلیت کے تمام مفاخر اور قدیم قتل و خون کے تمام انتقامات آج سے ختم ہیں۔

اے گروہِ قریش! جاہلیت کا تکبر اور غرور، نسب کا فخر و رعونت اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔

سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لوگو میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، تمھارے قبیلے اور خاندان محض اس لیے بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ، لیکن خدا کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ خدا دانا و خبیر ہے۔ خدا نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔

اس اہم خطبے کے بعد جس میں اللہ کی توحید، مساوات کی تعلیم، نسل و خاندان کے تفاخر کی مذمت اور رسومِ جاہلیت کا انسداد مقصود تھا، آنحضرتؐ نے مجمع پر نظر دوڑائی تو ان میں قریش کے بڑے بڑے سرکش اور جابر سردار اور وہ بہادر لوگ جنھوں نے اپنی پوری طاقت اور ہمت اسلام کے مٹانے میں صرف کی تھی، موجود تھے۔ وہ زبانیں بھی تھیں جو آنحضرتؐ کی شان میں گستاخیاں کر چکی تھیں، وہ بازوے تیغ آزما بھی تھے جو آپؐ کے پیکرِ قدسی کے ساتھ لڑائیاں کر چکے تھے، وہ افراد بھی تھے جو آپ کے راستے میں گڑھے کھود کھود کر اور کانٹے بچھا بچھا کر خبثِ باطن کا ثبوت دے چکے تھے، وہ بھی تھے جن کے ہاتھ آپ پر پتھر برسا چکے تھے وہ بھی تھے جو بار بار بدعہدی کر چکے تھے، وہ بھی تھے جو بےکس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ چکے تھے، وہ بھی

تھے جو بار بار مدینہ منورہ پر لشکر کشی کر چکے تھے، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی آلاؤ میں ڈال چکے تھے، وہ بھی تھے جن کے ہاتھ بے گناہ مسلمانوں کے خون سے رنگین تھے، غرضیکہ بڑے بڑے مجرم، بڑے بڑے گنہگار اس مجمع میں موجود تھے۔ آپ نے ان کی جانب دیکھا اور فرمایا اے گروہ قریش! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ قریش بڑے اداشناس تھے، وہ رحمتِ عالمؐ کے حسنِ سلوک سے بخوبی واقف تھے، پکار اُٹھے کہ ہم آپؐ سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں، کیوں کہ آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: "لا تثریب علیکم الیوم" — اذھبوا فانتم الطلقاء۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اس کے علاوہ آنحضرت نے مہاجرین کی املاک کے بارے میں بھی حکم دیا کہ وہ ان کے متعلق اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائیں، کیوں کہ اُن کی ہجرت کے بعد کفارِ مکہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ وہ بامِ کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ انھوں نے تعمیل ارشاد کی۔ اس سے ایک مرتبہ پھر قریش کا جاہلانہ غرور اور سرکشی کا جوش بھڑک اُٹھا۔ چنانچہ عتاب بن اسید نے کہا، خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ قریش کے ایک اور سردار نے کہا کہ اب جینے کا کیا لطف باقی رہ گیا ہے۔

آنحضرت کوہِ صفا کے ایک بلند مقام پر تشریف فرما تھے۔ لوگ آتے، اسلام قبول کرتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ مردوں کی باری ختم ہوئی اور ان کا سلسلہ بند ہوا تو مستورات بیعت کے لیے حاضر ہوئیں۔ ان سے بیعت کا یہ طریقہ تھا کہ ارکان اسلام اور محاسنِ اخلاق کا اقرار لیا جاتا۔ پھر پانی سے ایک لبریز پیالے میں آنحضرتؐ دستِ مبارک ڈبو کر نکال لیتے۔ پھر مستورات اپنے ہاتھ ڈبو دیتی تھیں، اس طرح معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔

مستورات میں ہند بھی حاضر ہوئی۔ وہ رئیسِ عرب عتبہ کی بیٹی، امیر معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اس نے جنگِ احد کے موقع پر سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قتل کی تحریک کی تھی اور ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی۔ وہ نقاب پہن کر حاضرِ خدمت ہوئی۔ اس وقت شرفا میں نقاب کا عام رواج تھا۔ مگر اس سے ہند کی غرض یہ تھی کہ کوئی اسے پہچان نہ لے۔ بیعت کے وقت اس نے جو باتیں کیں وہ یہ ہیں:

ہند : یارسول اللہ! آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں۔

رسول اللہ : خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند : یہ اقرار آپؐ نے مردوں سے تو نہیں لیا۔ بہرحال ہم کو منظور ہے۔

رسول اللہ : چوری نہ کرنا۔

ہند : میں اپنے شوہر کے مال سے کبھی کبھی کچھ چوری کر لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

رسول اللہ : اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند : ہم نے اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑے ہوئے تو جنگ (بدر) میں آپؐ نے ان کو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ آپس میں سمجھ لیں۔

عرب اور مکے کے بعض بڑے بڑے رئیس اور سردار، جان کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے۔ صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گیا تھا، عمیر بن وہب نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ رئیس عرب مکے سے جلاوطن ہوا جاتا ہے۔ آپ اُسے امان دیں۔ آنحضرت نے اس کی درخواست قبول کی۔ اپنا عمامہ امان کی علامت کے طور پر عنایت کیا۔ عمیر جدہ پہنچا اور اُسے واپس لایا۔ وہ حنین کے معرکے کے بعد مسلمان ہوا۔

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یمن بھاگ گیا تھا۔ اس کی بیوی ام حکیم نے آنحضرت سے اس کے لیے امان طلب کی اور اسے جا کر یمن سے لائیں۔ وہ بھی مسلمان ہوا۔ آنحضرتؐ نے جب اُسے دیکھا تو فرطِ مسرت سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے اس کی جانب بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی۔ پھر اس سے بیعت لی۔

حرم میں نذر و نیاز اور ہدایا کا ایک زبردست خزانہ جمع ہوتا چلا آیا تھا، اسے محفوظ کر لیا گیا۔ البتہ جس قدر سونے چاندی کے مجسمے یا تصویریں تھیں، انھیں برباد کر دیا گیا۔

فتح مکہ سے فارغ ہو کر آپؐ نے یہ منادی کرا دی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، وہ اپنے گھروں میں کوئی بت باقی نہ رہنے دیں۔ پھر آپؐ نے نواح مکہ کے مشہور بتوں کو توڑنے اور بت خانوں کو منہدم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کیے۔ حضرت خالد بن ولید کو روانہ کیا کہ بنو کنانہ کے بت عزیٰ کو توڑ دیں۔ چنانچہ انھوں نے اسے پاش پاش کر دیا۔ اس کا مندر مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص کو بنی ہذیل کے بت سواع کے توڑنے اور مسمار کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص جب مندر کے

قریب پہنچے تو پجاری نے کہا کہ تم اس پر کیسے قادر ہوسکو گے۔ حضرت عمروؓ نے کہا تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ میں کیسے قادر ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر مندر میں داخل ہوئے اور بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ حضرت سعدؓ بن زید کو منات کا بُت توڑنے کے لیے قدید کے مقام کی جانب روانہ کیا گیا۔ وہاں کا پجاری بھی اسی وہم میں مبتلا تھا کہ مسلمان ہرگز بت نہ توڑ سکیں گے۔ مگر اس نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں نے جاتے ہی مندر کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا۔ اس طرح مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح کو بت خانوں اور بتوں کی آلائش سے پاک کر دیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں آپؐ کا قیام ۱۵ یوم تک رہا۔ جب آپؐ یہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت معاذ بن جبل کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ لوگوں کو اسلام اور احکام دین سکھائیں۔

کعبۃ اللہ میں سینکڑوں بُت تھے جن میں سب سے بڑا بُت ہبل تھا۔ اسے تمام بُت پرست خدائے اعظم سمجھتے تھے۔ اس کی شکل انسانی تھی اور یاقوتِ احمر سے بنا ہوا تھا۔ خزیمہ بن مدرکہ نے جو عدنان کا پرپوتا تھا، سب سے پہلے اسے لا کر رکھا تھا۔ فال کے لیے سات تیر اس کے سامنے پڑے رہتے تھے۔ ان پر "لا" اور "نعم" لکھا ہوا تھا۔ عرب جب کوئی کام شروع کرتے تو ان سے فال لیتے تھے اور قرعہ ڈالتے تھے جو نکل آتا اس پر عمل کرتے تھے۔

مکے کے اطراف واکناف میں بھی بڑے بڑے بُت تھے، جن کے لیے حج کی رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور لات، مناۃ اور عزیٰ تھے۔ لات اہلِ طائف کا اور عزیٰ قریش کا معبود تھا۔ عزیٰ نخلہ نامی ایک مقام پر نصب تھا۔ یہ مکے سے ایک منزل پر ہے۔ بنو شیبان اس کے متولی تھے۔ اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ خدا جاڑوں میں لات کے ہاں رہتا اور گرمیاں عزیٰ کے ہاں بسر کرتا ہے۔ عزیٰ کے سامنے وہ تمام مناسک اور رسوم بجا لاتے تھے جو کعبے کے لیے لازمی تھے۔ اس کا طواف کرتے اور اس پر قربانیاں کرتے تھے۔

مناۃ کا تخت گاہ مشلّل تھا جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل ادھر واقع ہے۔ وہ ایک بن گھڑا پتھر تھا۔ ازد، غسان، اوس اور خزرج اس کا حج کرتے۔ اوس اور خزرج کعبے کا حج کرتے تو احرام اُتارنے کی رسم اس کے پاس آ کر ادا کرتے۔

قبیلہ ہذیل کا بت سواع تھا۔ جو ینبوع کے اطراف رہاط میں تھا۔ یہ ایک پتھر تھا، اس کے متولی بنو لحیان تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ثابت کیا کہ:

۱۔ معاہدہ ایک مقدس فرض ہے، اس کی پاسداری مسلمان پر فرض اور مدتِ معینہ کے لیے پابندی لازمی ہے۔ نقضِ عہد کا تصور تک بھی اس کے دماغ میں نہ آنا چاہیے۔

البتہ اگر فریقِ ثانی کی جانب سے خلاف ورزی ہو تو پھر مسلمان بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں بدعہدی کرنے والی طاقت کا استیصال ضروری ہوتا ہے، فتح مکہ اس کی مثال ہے۔

۲۔ فتح مکہ کی یہ خصوصیت ہے کہ زور اور طاقت ہونے کے باوجود اس میں خوں ریزی قطعاً نہ ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ کے احترام و عظمت کے پیشِ نظر خالدؓ بن ولید کو ہدایات دیتے ہوئے ابتدا ہی میں ارشاد فرمادیا تھا کہ داخلۂ حرم کے وقت ہرگز کسی پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ اِلّا یہ کہ مشرکین میں سے کوئی از خود اقدام کرے، اسی لیے حضرت سعدؓ بن عبادہ کے ذریعے رجز کے خلاف الیوم یوم الرحمۃ فرما کر اس حقیقتِ حال کو خوب روشن کر دیا۔

۳۔ دنیاوی شہنشاہ اور نبی الرحمۃ کے درمیان اگر فرق و امتیاز معلوم کرنا ہو تو فتح مکہ اس کے لیے روشن مثال ہے۔ تاریخ سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی بادشاہ یا شہنشاہ کسی ملک کو فتح کرتا تو اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا تھا۔ یہی کہ مفتوح اقوام پر مظالم کرے، قتل و غارت کر کے ان کو غلام بنائے یا تلوار کے گھاٹ اتار دے۔ لیکن جب نبی رحمتؐ کو اقتدارِ اعلیٰ نصیب ہوا اور فتح مکہ کی صورت میں مشرکین و کفار پر یدِ قدرت حاصل ہوا تو اس مقدس ہستی نے کیا کیا۔ صرف یہ کہ ان کو جمع کیا اور اعلان کر دیا لا تثریب علیکم الیوم — اذھبوا انتم الطلقاء۔ آج تم پر گزشتہ بداعمالیوں اور سفاکیوں کی وجہ سے کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ایک شخص عمر بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود جب فتح مکہ کے وقت کانپتا، خوف کھاتا اور لرزتا ہوا حاضرِ خدمت ہوتا ہے تو اس وقت بھی نبی رحمت کی زبانِ اقدس اس حقیقت کا اعلان کرتی ہے، جس سے آپ کی شانِ پیغمبری نمایاں نظر آتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں: خوف نہ کھا، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ تمھاری طرح خشک گوشت کھانے والی ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔

۴۔ کافر اور مشرک گروہ اگر اسلامی طاقت کا حلیف بننا چاہے تو یہ تقاضائے مفادِ مسلم اس کو حلیف بنایا جا سکتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حلیف بنانا از بس ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حلیف کے مال اور اس کی جان و آبرو سب کو اپنے مال و جان اور آبرو کی طرح سمجھے اور اس کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ کرے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔